

غیر مقلدین کی جانب سے عورتوں کی جائے اعتکاف کے سلسلے میں
پھیلائے گئے وساوس و شبہات کا مدلل اور تشفی بخش جواب

فضائل اعتکاف اور مرد و عورت کی جائے اعتکاف کا مسئلہ

(از فہم:

حافظ محمود احمد عرف عبدالباری محمود

نظر ثانی:

ظفر احمد نعمانی

شعبہ نشر و اشاعت

ادارہ تحقیقات اہل السنۃ والجماعۃ (الہند)

محکمہ محل، دارالعلوم چوک، دیوبند، سہارنپور، یوپی

رابطہ بذریعہ واٹس ایپ: 9322471046۔ رابطہ بذریعہ ٹیلیگرام: 9322471046

ٹیلیگرام چینل ایڈریس: <https://telegram.me/idaratahqiqat>

بسم الله الرحمن الرحيم

فضائل اعتکاف اور مرد و عورت کی جائے اعتکاف کا مسئلہ

از قلم: حافظ محمود احمد عرف عبد الباری محمود

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين۔ اما بعد!

محترم قارئین! ماہ رمضان اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے، اور یہ وہ مہینہ ہے جو تمام مہینوں کا سردار ہے چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سید الشہور شہر رمضان۔ ”مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے۔“ (کشف الاستار عن زوائد البزار)

اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان سید الأيام یوم الجمعة وسید الشہور رمضان۔ ”دنوں کا سردار یوم جمعہ ہے اور مہینوں کا سردار رمضان ہے۔“

شاید اسی وجہ سے اس میں کچھ ایسی زائد عبادتیں بھی آئیں جن سے دوسرے مہینے خالی ہیں۔ مثلاً: قرآن پاک کا نزول، رمضان میں بیس تراویح کا اہتمام وغیرہ۔

اور اس مبارک مہینہ کی عبادتوں میں سے ایک اہم عبادت ”اعتکاف“ کہلاتی ہے جو بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

اعتکاف کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے اور حدیث مبارک میں بھی۔ اور اس اعتکاف کی فضیلت میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں جنہیں ہم آگے چل کر بیان کریں گے ان شاء اللہ۔ پہلے آپ اس کی وجہ تسمیہ (نام رکھنے کا سبب) ملاحظہ فرمائیں۔

اعتکاف کی وجہ تسمیہ:

لفظ ”اعتکاف“ عکف سے نکلا ہے جس کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں چونکہ معتکف جبکہ روزہ دار

بھی ہو تو تمام حوائج دنیویہ و اغراض نفسانیہ سے اپنے کو بقصد عبادت الہی مسجد میں روک کر اس کے در پر اپنے کو گرا دیتا ہے اس لیے اس فعل کا نام اعتکاف ہوا۔ (احکام اسلام عقل کی نظر میں: ص ۱۵۱)
اور اصطلاح شریعت میں اعتکاف کا مفہوم ہے: ”اللہ رب العزت کی رضا و خوشنودی کی خاطر اعتکاف کی نیت کے ساتھ کسی (نماز با) جماعت (پڑھی جانے) والی مسجد میں ٹھہرنا۔“
(مظاہر حق جدید: ج ۲ ص ۶۸۷)

اعتکاف کا حکم:

”رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں ہمیشہ اعتکاف فرماتے تھے۔ درمختار میں لکھا ہے کہ سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی اگر ایک شخص بھی اعتکاف کر لے تو سب کی طرف سے حکم ادا ہو جاتا ہے اور اس صورت میں اعتکاف نہ کرنے والوں پر کوئی ملامت نہیں۔“ (مظاہر حق جدید: ج ۲ ص ۶۸۸)

[تنبیہ] اعتکاف کے لیے نیت اسی مسلمان کی معتبر ہے جو عاقل ہو اور جنابت اور حیض و نفاس سے پاک و صاف ہو۔

اعتکاف کی فضیلت:

محترم قارئین! اعتکاف کی فضیلت کے متعلق کئی احادیث مروی ہیں، جن میں سے جو صحیح ہیں تو صریح نہیں اور جو صریح ہیں تو ان احادیث کی سند میں ضعف موجود ہے لیکن چونکہ فضائل میں ضعاف بھی مقبول ہیں (تفصیل کے لیے دیکھیے متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کی کتاب: ”فضائل اعمال اور اعتراضات کا علمی جائزہ“) اور کثرت روایات و اسناد دل کر اس ضعف کو دور کر دیتی ہیں۔

اور اتنا ہی نہیں بلکہ محدثین و فقہاء نے فرمایا ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز بلکہ مستحب ہے، شرط یہ ہے کہ موضوع نہ ہو۔ چنانچہ شارح مسلم امام نووی شافعی رحمہما علیہ فرماتے ہیں:

قال العلماء من المحدثین والفقہاء و غیرہم یجوز و یتحب العمل فی الفضائل والترغیب والترہیب بالحديث الضعیف ما لم یکن موضوعاً۔

”محدثین اور فقہاء اور ان کے علاوہ اہل علم نے فرمایا ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا فضائل اور ترغیب

وترہیب میں جائز اور مستحب ہے (شرط یہ ہے کہ) وہ حدیث من گھڑت نہ ہو۔“ (الاذکار: ۳۱)

علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع»
”منگھڑت کے علاوہ ضعیف سے استحباب ثابت ہوتا ہے۔“

(دیکھیے: فتح القدیر: ج ۲ ص ۱۳۹ / باب نوافل)

اور امام حاکم رحمہ اللہ: امام عبد الرحمن بن مہدی رحمہ اللہ کے حوالے سے ”المستدرک علی الصحیحین جلد ۱ صفحہ ۶۶۶“ میں نقل فرماتے ہیں: «إذاروینا عن النبی ﷺ فی الحلال والحرام والأحكام شددنا فی الأسانید و انتقدنا الرجال و إذا روینا فی فضائل الأعمال و الثواب و العقاب و المباحات و الدعوات تساهلنا فی الأسانید»

”جب ہم حلال و حرام اور احکام سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (احادیث) روایت کرتے ہیں تو ہم اسانید میں شدت اختیار کرتے ہیں اور رجال کی چھان بھٹک کرتے ہیں اور جب فضائل اعمال اور ثواب و عقاب اور مباحات اور دعاؤں کو بیان کرتے ہیں تو اسانید میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔“
شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«یعمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الأعمال باتفاق العلماء»

”فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے۔“

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الصلاۃ / باب قیام شہر رمضان)

فضائل اعمال اور فضائل وغیرہ میں بہت سے محدثین نے احادیث روایت کی ہیں اور بعد کے محدثین اور علماء و فقہاء نے اپنی کتاب میں ان کو درج کیا ہے اور ان سے استدلال کیا ہے۔ مثلاً علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو دیکھیے انہوں نے ”الکلم الطیب“ میں جو احادیث تحریر کی ہیں ان میں سے تقریباً ساٹھ سے زائد ضعیف حدیثیں البانی صاحب نے نکال دیں؛ اور اس کا نام ”صحیح الکلم الطیب“ رکھا۔

سوال اٹھتا ہے کیا علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اتنے بڑے محدث کو ضعیف حدیثیں معلوم نہ تھیں؟ اگر ان کا

ضعف معلوم تھا تو درج کیوں کیں؟

ظاہر ہے کہ ان احادیث کا ضعف معلوم تھا اور اس بارے میں ان کا موقف بھی غالباً وہی تھا جو امام نووی

ﷺ نے تحریر فرمایا ہے۔

اور غیر مقلدین علماء کے یہاں فضائل تو فضائل؛ احکام و مسائل تک میں ضعیف پر عمل کرنے پر فتویٰ موجود ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل محدث سید نذیر حسین دہلوی فرماتے ہیں:

”استحباب کے ثبوت کے لیے ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔“ (فتاویٰ نذیریہ: ج ۱ ص ۵۷۰)

فرقہ المحدث کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

”ضعیف حدیث کے ساتھ بھی جو فعل ثابت ہو وہ بدعت نہیں ہوتا۔“ (فتاویٰ ثنائیہ: ج ۱ ص ۵۱۰)

یہی مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب (غیر مقلد) دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”ضعیف کے معنی میں جس میں صحیح کی شرائط نہ پائی جائیں۔ وہ کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ اگر اس کے مقابل

میں کوئی صحیح حدیث نہیں تو اس پر عمل کرنا جائز ہے۔“ (فتاویٰ ثنائیہ: ج ۲ ص ۷۶)

غیر مقلدین کے عقل الکل مولانا عبدالرحمن مبارک پوری صاحب ایک حدیث کے بابت لکھتے ہیں:

«هذا الحديث وإن كان إسناده ضعيفا لكنه من جبريت تعدد طرقه»

”یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر تعدد طرق سے اس کی کمزوری دور ہوگئی ہے۔“ (ابکار الممن: ص ۳۸۶)

اور فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے: ”ضعیف حدیث جبکہ قرون مشہود لہا بالخیر میں معمول بہ ہو تو وہ امت

کے ہاں مقبول ہے۔“ (ج ۲ ص ۷۲)

غیر مقلدین کے مجتہد العصر حافظ عبداللہ محدث روپڑی صاحب فرماتے ہیں:

”فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل درست ہے۔“ (فتاویٰ المحدث: ج ۲ ص ۵۵۴)

اور مشہور و معروف غیر مقلد عالم مولانا عبدالوہاب ملتانی صاحب کے صاحبزادے مولانا عبدالستار

صاحب (غیر مقلد) کے فتاویٰ ۴ جلدوں میں ”فتاویٰ ستاریہ“ کے نام سے شائع ہوا ہے جس کے جلد چہارم

میں ان کا فتویٰ موجود ہے؛ جس کو آپ تمام لوگ یہاں پڑھ سکتے ہیں۔

(سوال نمبر ۷۶ ص ۴) کیا ضعیف حدیث پر عمل کیا جاسکتا ہے؟ (مجدد الف ثانی) شاہ ولی اللہ (محدث

دہلوی علیہ الرحمہ) کے بارے میں سنا ہے کہ وہ ضعیف حدیث پر عمل کیا کرتے تھے۔؟

(جواب نمبر ۷۶) ”ضعیف حدیث بھی قابل عمل ہوتی ہے۔“

(فتاویٰ ستاریہ: شائع کردہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی نمبر-۱)

نیز امت مسلمہ کا شروع سے اس اعتکاف پر معمول بھی چلا آ رہا ہے۔ لہذا علم حدیث کے قاعدہ کے مطابق ”اگر حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہو لیکن امت مسلمہ کا عمل اس پر چلا آ رہا ہو تو اس حدیث کو بھی قوت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ قابل اعتبار اور بعض دفعہ صحیح قرار دی جاتی ہے۔“ (دیکھیں: نزہۃ النظر فی توضیح نجیۃ الفکر: ج ۱ ص ۷۸۔ تدریب الراوی: ج ۱ ص ۱۷۲۔ فتح المغیث: ج ۲ ص ۱۵۳۔ کتاب توجیہ النظر: ص ۵۰) مزید حوالہ جات اور تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں ہمارے ایک قابل اور علمی صلاحیتوں کے حامل دوست محمد رئیس صاحب کے اس البم کو

https://m.facebook.com/mohammadraees.raees.5/albums/1504292506470544/?comment_id=2164641320435656¬if_t=comment_mention¬if_id=1525452576597184&ref=m_notif

لہذا امت کا تعامل اور اسلاف امت کا اس اعتکاف پر عمل پیرا چلے آنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایات مقبول ہیں۔ اس لیے چند ایک فضائل والی احادیث مبارکہ نقل کی جاتی ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

[۱] عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ جَعَلَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَاقٍ كُلُّ خَنَاقٍ أَبْعَدُ مَجَابِلِينَ الْخَافِلِينَ»

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ایک دن کا اعتکاف کیا تو اللہ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خنادق حائل کر دے گا اور ہر خندق مشرق و مغرب کے مابین فاصلے سے بھی زیادہ دور ہوگی۔“

(المعجم الاوسط للطبرانی)

[فائدہ] سبحان اللہ! ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف کی کیا فضیلت ہوگی؟ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو رمضان کی مبارک گھڑیوں میں اعتکاف کرتے ہیں اور مذکورہ فضیلت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ (دیکھیں: رمضان المبارک فضائل و مسائل: ص ۱۸۸)

[۲] عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْكُفُ الذُّنُوبَ، وَيَجْرِجُ لَهُ

مِنْ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا۔

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعتکاف کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ گناہوں سے بچا رہتا ہے اور نیکیوں سے اُسے اس قدر ثواب ملتا ہے جیسے اُس نے تمام نیکیاں کیں۔“ (سنن ابن ماجہ: باب فی ثواب الاعتکاف)

[فائدہ] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معتكف یعنی اعتکاف کرنے والا جتنے دن اعتکاف کرے گا اتنے دن گناہوں سے بچا رہے گا۔

دوسرا یہ معلوم ہوا کہ تمام اچھے کام (مثلاً مریض کی عیادت، جنازہ میں شرکت، غرباء کی امداد، علماء کی مجالس میں حاضری وغیرہ) جن کو وہ اعتکاف کی وجہ سے نہیں کر سکتا ان کا اجر نیکی کرنے والے کی طرح جاری کر دیا جاتا ہے۔

۳ [ایک حدیث میں آتا ہے: «مَنْ اعْتَكَفَ اِجْمَاعًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»
”جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ اعتکاف کیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔“

(کنز العمال: کتاب الصوم، الفصل السابع فی الاعتکاف ولیلۃ القدر)

[فائدہ] متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ اس حدیث کے فائدہ میں فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں اعتکاف کرنے پر جن گناہوں کی معافی کا وعدہ کیا گیا ہے ان سے مراد گناہ صغیرہ ہیں، کیونکہ گناہ کبیرہ کی معافی کے لیے توبہ شرط ہے۔ اعتکاف کرنے والا جب مبارک ساعات میں خدا تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتا ہے، آہ و بکا کرتا ہے اور اپنے سابقہ گناہوں سے سچی توبہ کرتے ہوئے آئندہ نہ کرنے کا عزم کرتا ہے تو یقینی بات ہے اس کے کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں، اس صورت میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد مبارک میں گناہوں سے مراد کبیرہ بھی ہو سکتے ہیں جن کی معافی اعتکاف میں ہوتی ہے۔ لہذا معتكف کو چاہیے کہ توبہ و استغفار کا ضرور اہتمام کیا کرے۔“ (دیکھیے: رمضان المبارک فضائل و مسائل: ص ۱۸۹، ۱۹۰)

۴ [عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُولُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے

تھے اور فرمایا کرتے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کیا کرو۔“

(بخاری: باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر)

[فائدہ] متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ اس حدیث کے فائدہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”اعتکاف سے مقصود لیلۃ القدر کو پانا ہے جس کی فضیلت ہزار مہینوں سے زیادہ ہے۔ نیز اس حدیث میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کے لیے آخری عشرہ کا اہتمام بتایا گیا ہے جو دیگر احادیث کی رو سے اس عشرہ کی طاق راتیں ہیں۔ لہذا بہتر تو یہی ہے کہ اس آخری عشرہ کی ساری راتوں میں بیداری کا اہتمام کرنا چاہیے ورنہ کم از کم طاق راتوں کو تو ضرور عبادت میں گزارنا چاہیے۔“ (رمضان المبارک فضائل و مسائل: ص ۱۹۰)

اور اعتکاف کی اس سے بڑھ کر فضیلت اور اہمیت کیا ہوگی کہ نبی کریم ﷺ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ لہذا خوش نصیب اور قابل مبارکباد ہیں وہ خاصانِ خدا جو رمضان المبارک کی بیسیوں شام کو اپنے گھروں سے کشاں کشاں فرحان و شادانِ خدا کے گھر آ کر خدا کے در پر پڑ گئے، کیونکہ انہیں ہی شب قدر کی زیادہ سے زیادہ برکات و انوار کو پانے کی قوی امید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ شب قدر کے اہتمام میں اعتکاف فرمایا کرتے جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا، پھر درمیانی عشرہ میں ایک ترکی خیمہ میں اعتکاف کیا، پھر اپنا سر (مبارک) باہر نکال کر فرمایا:

إِنِّي اعتكفت العشر الأول ألتمس هذه الليلة ثم اعتكفت العشر الأوسط ثم أتيت فقليل لي إنها في العشر الأخير فمن اعتكف معي فليعتكف العشر الأخير فقد أريت هذه الليلة ثم أنسيتها۔

”میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش کے لیے کیا، پھر درمیانی عشرہ کا اعتکاف کیا پھر مجھے کسی بتلانے والے (یعنی فرشتے) نے بتلایا کہ وہ رات اخیر عشرہ میں آتی ہے، لہذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں وہ اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں، مجھے یہ رات دکھلا دی گئی تھی پھر بھلا دی گئی۔“ (مشکوٰۃ)

آپ ﷺ کے اس عمل سے اعتکاف اور شب قدر دونوں کی اہمیت کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے۔

مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: ”اعتکاف کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب آدمی

تمام دنیاوی کاروبار اور نفسانی خواہشات سے الگ ہو کر کچھ دنوں تک ہر وقت خدا کی عبادت اور اس کے ذکر میں لگا رہتا ہے تو اس سے خدا کا تعلق مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس اعتکاف سے دل میں خدا کی محبت اور قلب و دماغ میں طمانیت اور نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح جب وہ ایک مدت تک فضول کاموں اور فضول باتوں سے بچتا ہے اور ہر وقت خدا کی یاد اس کے دل میں تازہ رہتی ہے تو اس کو یہ سبق ملتا ہے کہ ایک بندے کو پوری زندگی میں اسی طرح بری باتوں سے بچنا، اپنے نفس کو قابو میں رکھنا اور خدا کی یاد دل میں تازہ رکھنی چاہیے۔“ (اسلامی فقہ: ص ۴۰۳، ۴۰۴)

اللہ پاک ہم سبھی کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مرد و عورت کی جائے اعتکاف (یعنی اعتکاف کی جگہ) کا مسئلہ

محترم قارئین! اعتکاف کرنے والے والی کو عاکف، عاکفہ اور مُعْتَكِف، مُعْتَكِفَةٌ کہتے ہیں۔

مرد کی جائے اعتکاف (یعنی اعتکاف کی جگہ):

مرد کے اعتکاف کی جگہ مسجد ہے۔ اس لیے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ۔

”اور تم ان سے جماع مت کرو اس حال میں کہ تم مسجدوں میں معتکف (اعتکاف کرنے والے) ہو۔“

(سورہ بقرہ: آیت ۱۸۷)

اور اس لیے بھی کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيَدْخُلَ عَلَى رَأْسِهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَرْجُلُهُ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا

لِحَاجَةٍ، إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا۔

”رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کی حالت میں ہوتے تو اپنا سر (مبارک) میری طرف داخل کر دیتے

اور وہ مسجد (نبوی) میں ہوتے تھے، پس میں ان (کے سر مبارک) میں نگنھا کر دیتی، اور آپ بلا حاجت گھر

میں تشریف نہیں لاتے تھے۔“ (بخاری)

اور مشکوٰۃ میں ہے: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا اعْتَكَفَ أَدْنَىٰ إِلَىٰ رَأْسِهِ وَهُوَ

فی المسجد فأرجله وکان لا یدخل البیت إلا لحاجة الإنسان»

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کی حالت میں ہوتے تو اپنا سر (مبارک) میری طرف کر دیتے اور وہ مسجد (نبوی) میں ہوتے تھے، پس میں ان (کے سر مبارک) میں گنگھا کر دیتی تھی۔ اور آپ بلا حاجت انسانی گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔“

مزید برآں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ اعتکاف کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ مرد کے لیے مسجد میں اعتکاف کرنا افضل ہے۔

عورت کا مُعتَكِف (یعنی اعتکاف کی جگہ):

قارئین و ناظرین! عورت کا مُعتَكِف یعنی اعتکاف کرنے کی جگہ عند الاحناف اس کے اپنے گھر کی مسجد (گھر میں عبادت کی مخصوص جگہ) ہے۔ اور عورت کے لیے اسی میں اعتکاف کرنا افضل ہے، اس لیے کہ عورت کے نماز پڑھنے کی مخصوص جگہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ «خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُيُوتِهِنَّ»

”عورتوں کی بہترین مسجدیں ان کے اپنے گھروں کے تہ خانے ہیں۔“

[احمد: (۲۱۵۴۲) تعلیق شیعہ الارنؤط ”حدیث حسن بشواہدہ“ - تعلیق الالبانی ”صحیح“ - صحیح الجامع (۳۳۷)]

اسی طرح حضرت ام حمید الساعدیہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باجماعت نماز پڑھنے کی خواہش کی تو حضور نے فرمایا: قد علمت أنك تحبين الصلاة معي، و صلاتك في بيتك خير لك من صلاتك في حجرتك، و صلاتك في حجرتك خير من صلاتك في دارك، و صلاتك في دارك خير لك من صلاتك في مسجد قومك، و صلاتك في مسجد قومك خير لك من صلاتك في مسجدی، قال: فأمرت فبنی لها مسجد فی أقصى شیء من بیتها وأظلمه، فكانت تصلي فيه حتى لقيت الله عز وجل۔ (مسند احمد)

”تحقیق کہ مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنے کو پسند کرتی ہو، (لیکن) تمہارا اپنے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے.... اور اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھنا یہ میری مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (یہ سن کر) حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر والوں کو گھر میں مسجد بنانے کا حکم دیا تو ان کے لیے گھر کے ایک

کونے میں مسجد تیار کی گئی اور آپ اسی میں نماز پڑھتی رہیں یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے جا ملیں۔“
لہذا ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ عورت کے گھر کی مسجد اس کے گھر کا وہ اندرونی حصہ ہے جو عبادت کے لیے مخصوص ہے، تو اللہ رب العزت نے بھی مسجد میں اعتکاف کرنے کا ذکر فرمایا (وائتھ عاکفون فی المساجد)

اسی وجہ سے مرد مسجد عرفی میں اور عورت اپنے گھر والی مسجد میں ہی اعتکاف کرے۔
اور عقل انسانی کا تقاضا بھی یہ ہے کہ جب عورت کے لیے نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے تو پھر اعتکاف بھی گھر کی مسجد میں ہی کرنا افضل ہوگا۔

خواتین کے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنے پر فقہاء تابعین سے جواز کا ثبوت:

محترم قارئین! تابعین فقہاء میں سے امام شعبی رحمہ اللہ نے عورت کو اس کے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن رجب حنبلی (جلد ۳ صفحہ ۱۷۰) میں ہے: و اعتکف ابو الاحوص۔ صاحب ابن مسعود فی مسجد بیتہ، و رخص فیہ الشعمی۔ ”ابو الاحوص جو حضرت ابن مسعود کے اصحاب میں سے ہیں انہوں نے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کیا اور امام شعبی نے اس میں رخصت دی ہے۔“

اسی طرح مشہور تابعی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے نہ صرف عورت کو اس کے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کی اجازت دی ہے بلکہ فرمایا ہے کہ عورت کا اعتکاف اس کے اپنے گھر کی مسجد کے علاوہ میں صحیح نہیں ہے، چنانچہ حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ فتح الباری میں نقل کرتے ہیں: و عنہ و عن الثوری: أن المرأة لا یصح اعتکافها فی غیر مسجد بیتہا۔

”اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا ہے: کہ عورت کا اعتکاف سوائے اس کے گھر کی مسجد کے کہیں اور درست نہیں۔“ دیکھیے: (حوالہ سابق)

مُعْتَكِف (اعتکاف کرنے کی جگہ) کو پردہ وغیرہ سے حجرہ کی شکل میں بنانا:

محترم قارئین! یوں تو پوری مسجد عاکف کی مُعْتَكِف ہے تاہم مسجد کے کسی ایک جانب کو پردہ وغیرہ سے حجرہ کی شکل میں بنالینا چاہیے تاکہ لوگوں سے الگ ہونا معلوم ہو۔ اور ایسا کرنا حدیث سے ثابت ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے: عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا اَعْتَكَفَ طَرَحَ لَهُ فِرَاشَهُ أَوْ يُوضِعُ لَهُ سَرِيرَهُ وَرَاءَ أُسْطُوَانَةِ التَّوْبَةِ۔

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب اعتکاف فرماتے تو آپ کے لیے آپ کا بستری بچھایا جاتا تھا یا چار پائی توبہ اسطوانہ کے پیچھے رکھ دی جاتی تھی۔“ (سنن ابن ماجہ)

ایک دوسری حدیث میں ہے: عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اخْتَذَ حَجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيرٍ، فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِيهَا لَيْلًا۔

”حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد میں کھجور سے بنی چٹائی سے گھیر کر ایک حجرہ بنالیا، پس اللہ کے رسول ﷺ (رمضان کی) راتوں میں اس کے اندر نماز پڑھنے لگے۔“ (بخاری)

اور شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: «وَتَأَوَّلُوا الْحَدِيثَ بِأَنَّهُ ﷺ دَخَلَ الْمَعْتَكِفَ وَانْقَطَعَ وَتَخَلَّى بِنَفْسِهِ، فَإِنَّهُ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَتَخَلَّى عَنِ النَّاسِ فِي مَوْضِعٍ يَسْتَتِرُ بِهِ عَنْ أَعْيُنِ النَّاسِ، كَمَا وَرَدَ أَنَّهُ اخْتَذَى فِي الْمَسْجِدِ حَجْرَةً مِنْ حَصِيرٍ»

”اور حدیث کی تاویل یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ اپنی جائے اعتکاف میں داخل ہوئے اور لوگوں سے جدا ہو کر علیحدگی اختیار فرمائی کیونکہ آپ ﷺ مسجد میں لوگوں سے ایسی جگہ علیحدہ ہوا کرتے تھے جہاں وہ لوگوں کی نظروں سے دور ہوں۔ جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد میں کھجور سے بنی چٹائی سے گھیر کر ایک حجرہ بنایا ہوا تھا۔“ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الصوم، باب الاعتکاف)

خواتین کا اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنے پر غیر مقلدین کے

وساوس و شبہات اور ان کا ازالہ

محترم قارئین! عورتوں کے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنے سے متعلق بعض لوگ جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں اور لوگ انہیں غیر مقلدین سے جانتے ہیں، وہ نہ صرف عورتوں کو مسجد عرفی میں اعتکاف کرانے پر زور دیتے ہیں بلکہ جو عورت اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرتی ہے تو اس کے اعتکاف کو بعض شبہات سے بدعت اور باطل قرار دیتے ہیں۔ آئیے ذیل میں پہلے ان کے شبہات کو نقل کرتے ہیں پھر ان کا

جائزہ لیتے ہیں۔

[پہلی دلیل اور شہد] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: «وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ»

”اور تم ان سے جماع مت کرو اس حال میں کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔“

(سورہ بقرہ: آیت ۱۸۷)

اس آیت کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ اس آیت میں اعتکاف کو مسجد کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ مسجد کے علاوہ کہیں بھی اعتکاف کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ اعتکاف خواہ مرد کرے یا عورت دونوں کا اعتکاف مسجد کے علاوہ کسی جگہ صحیح نہیں جس کی دلیل مذکورہ آیت ہے۔

[پہلی دلیل اور شہد کا ازالہ] محترم قارئین! فرقہ اہلحدیث کے لوگوں کا سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت سے

عورتوں کو مسجد عرفی میں اعتکاف کرنے کو لازم قرار دینے اور عورتوں کو ان کے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنے کو باطل و بدعت ثابت کرنے کی یہ ناکام و بے فائدہ کوشش ہے، اس لیے کہ؛

اولاً: ہم اوپر میں مرد اور عورت کی الگ الگ مسجد کو دلائل کی روشنی میں ثابت کر آئے ہیں کہ عورت کے گھر کا وہ حصہ جو عبادت کے لیے مخصوص ہے، کو ہی عورت کی مسجد بتلایا گیا ہے۔

ثانیاً: سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت میں اس نوعیت کی کوئی وضاحت نہیں ہے کہ خواتین مسجد کے علاوہ اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف نہیں کر سکتی ہیں۔

ثالثاً: اس آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

«وَأَمَّا شَرْطُ اللَّبِثِ فِي الْمَسْجِدِ فَإِنَّهُ لِلرِّجَالِ خَاصَّةٌ دُونَ النِّسَاءِ»

”مسجد میں ٹھہرنے کی شرط (اعتکاف کے لیے) مردوں کے لیے ہے نہ کہ عورتوں کے لیے۔“

(احکام القرآن للجصاص)

لہذا اس آیت سے فرقہ اہلحدیث کے لوگوں کا عورتوں کے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنے کو بدعت اور باطل قرار دینا رد ہے۔

[دوسری دلیل اور شہد] عن عروۃ ابن الزبیر عن عائشۃ زوج النبی ﷺ «ان النبی ﷺ کان

یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاه اللہ» ثم اعتکف ازواجه من بعدہ.

”حضرت عروہ بن زبیر نے روایت کیا اور ان سے نبی ﷺ کی زوجہ (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کو اللہ نے وفات دی۔ پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج نے اعتکاف کیا۔“ (بخاری)

اس حدیث کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی وہ مسجد میں ہی اعتکاف کیا کرتی تھیں۔

[دوسری دلیل اور شبہ کا ازالہ] محترم قارئین! اس حدیث میں یہ تو مذکور ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد اعتکاف کیا۔ لیکن ایسی کوئی وضاحت و صراحت اس حدیث تو کیا دیگر احادیث صحیحہ میں بھی نہیں ہے کہ وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن مسجد نبوی میں اعتکاف کیا کرتی تھیں۔

اور اس حدیث سمیت دیگر احادیث رسول اللہ (ﷺ) میں بھی کسی عورت کا عملاً مسجد میں اعتکاف کرنا یا پیغمبر اعظم محمد ﷺ کا حکم دینا کہ عورت مسجد میں اعتکاف کرے کسی صحیح، صریح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

لہذا اس سے فرقہ المحدث کے لوگوں کا عورتوں کے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنے کو بدعت و باطل قرار دینا در ہے۔

[تیسری دلیل اور شبہ] عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: «كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ رَمَضَانَ، فَكُنْتُ أَطْرِبُ لَهُ خَبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ، ثُمَّ يَدْخُلُهُ، فَاسْتَأْذَنَتْ حَفْصَةَ، عَائِشَةُ أَنْ تَصْرِبَ خَبَاءً، فَأَذِنَتْ لَهَا، فَصَرَبَتْ خَبَاءً، فَلَمَّا رَأَتْهُ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ صَرَبَتْ خَبَاءً آخَرَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ رَأَى الْأَحْبَبِيَّةَ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ فَأُخْبِرَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَلَيْدُ تَرُونَ بَيْنِي، فَتَرَكُوا إِلَّا عَتِكَافَ ذَلِكَ الشَّهْرِ، ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ»

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ میں آپ ﷺ کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی۔ اور آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھ کر اس میں چلے جاتے تھے۔ پھر حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے خیمہ کھڑا کرنے کی (اپنے اعتکاف کے لیے) اجازت چاہی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی اور انہوں نے ایک خیمہ کھڑا کر لیا جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے

دیکھا تو انہوں نے بھی (اپنے لیے) ایک خیمہ کھڑا کر لیا۔ صبح ہوئی تو نبی ﷺ نے کئی خیمے دیکھے تو فرمایا، یہ کیا ہے؟ آپ کو ان کی خبر دی گئی۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم عورتوں نے اسے نیکی کرنے کا مقصد سمجھ لیا ہے۔ پس آپ ﷺ نے اس مہینہ (رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرہ کا اعتکاف کیا۔“ (بخاری)

اس حدیث کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے نبی ﷺ سے مسجد میں اعتکاف کرنے کی اجازت طلب کی تو نبی ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ اور اگر عورت کا اپنے گھر میں اعتکاف کرنا جائز ہوتا تو نبی ﷺ ان کی راہنمائی فرماتے کیونکہ مسجد میں جانے سے اس کے اپنے گھر میں پردہ زیادہ ہے، اس کے باوجود آپ نے مسجد میں ہی اعتکاف کی اجازت دی۔

[تیسری دلیل اور شبہ کا ازالہ] محترم قارئین! فرقہ اہلحدیث کے لوگوں کا اس حدیث سے عورتوں کے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنے کو باطل و بدعت قرار دینا اور ان کو مردوں کی طرح مسجد عرفی میں اعتکاف کرانے پر زور دینا غلط ہی نہیں بلکہ جہالت ہے، اس لیے کہ:

اولاً: اس حدیث سے معلوم ہوتا کہ امہات المؤمنین کے مسجد میں اعتکاف کرنے پر حضور اکرم ﷺ نے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ کیا تم عورتوں نے اسے اپنے لیے نیک عمل سمجھ لیا ہے۔

ثانیاً: اس حدیث مبارک سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو مسجد میں اعتکاف نہیں کرنا چاہیے ورنہ آپ ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے خیمے لگ جانے کے بعد اکھاڑنے کا حکم نہ دیتے۔

ثالثاً: محترم قارئین! اگر عورت کے لیے بھی اعتکاف مسجد میں کرنا ضروری ہوتا تو اجازت کے باوجود حضور ﷺ نے اپنے اہل بیت کو مسجد میں اعتکاف کیوں نہ کرنے دیا؟ اور خیمے لگ جانے کے بعد اکھاڑنے کا حکم کیوں دیا؟ اور اپنے اہل بیت کو عتاب کیوں فرمایا؟ اور اپنے اعتکاف کو بھی آخر ختم کیوں کر دیا؟

لہذا اتنی عام فہم حدیث کے باوجود بھی فرقہ اہلحدیث کے لوگوں کا عورتوں کو مسجد عرفی میں اعتکاف کرنے کی تاکید کرنا اور گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنے والی خواتین کے اعتکاف کو باطل و بدعت قرار دینا اطاعت نبوی نہیں بلکہ صرف اور صرف نفسانی خواہشات کی اتباع ہے اور حضور ﷺ کے عمل کی خلاف ورزی ہے۔

اور دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں حضرت ابراہیم بن علیہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ: «وقال إبراہیم ابن علیہ: فی قوله: "ألبتر تدن" دلالة علی أنه لیس لهن الاعتکاف فی المسجد إذ مفهومة أنه لیس ببر لهن، ما قاله لیس بواضح، وفيه شؤم الغيرة لأنها ناشئة عن الحسد المفضي إلى ترك الأفضل لأجله، وفيه ترك الأفضل إذا كان فيه مصلحة»

”اور ابراہیم بن علیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: اس قول میں کیا تم عورتوں کا مقصد نیکی کرنا ہوتا ہے۔ اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ ان کے لیے مسجد میں اعتکاف کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ یہ کام ان کے لیے نیکی نہیں ہے۔ انہوں نے جو کہا وہ واضح نہیں ہے۔ اور اس میں غیرت پر مبنی بدشگونی ہے کیونکہ یہ بات کی وجہ سے صادر ہوا ہے جو اس بنا پر افضل کو چھوڑنے کی طرف لے جاتا ہے اور اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ مصلحت کی خاطر افضل کو چھوڑا جاسکتا ہے۔ (یعنی عورتوں کے لیے مسجد عر فی میں اعتکاف ضروری نہیں ہے)۔“ (فتح الباری: ابواب الاعتکاف رباب اعتکاف النساء)

علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں: «وقد أطلق الشافعي كراهته لهن في المسجد، الذي تصلي فيه الجماعة، واحتج بحديث الباب، فإنه دال على كراهة الاعتكاف للمراة إلا في مسجد بيتها؛ لأنها تتعرض لكثرة من يراها»

”اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے عورتوں کے لیے اس مسجد میں اعتکاف کو مطلقاً مکروہ کہا ہے جس میں باجماعت نماز پڑھی جاتی ہو۔ اور اسی باب کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے کیونکہ یہ حدیث سوائے گھر کے مسجد کے کسی اور جگہ عورت کے لیے اعتکاف کرنے کو مکروہ ہونے پر دلالت کر رہی ہے۔ کیونکہ (اس صورت میں) وہ لوگوں کے زیادہ دیکھے جانے کا سبب بنتی ہے۔“ (حوالہ سابق)

لہذا اس سے بھی فرقہ المحدث کے لوگوں کا شبہ باطل اور رد ہے۔

[پتھی دلیل اور شبہ] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب عورت کا اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کے

بارے میں سوال کیا گیا تو وہ کہنے لگے: گھر میں عورت کا اعتکاف کرنا بدعت ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض ترین اعمال بدعات ہیں، اس لیے نماز باجماعت والی مسجد کے علاوہ کہیں بھی اعتکاف صحیح نہیں، اس

لیے کہ گھر میں نماز والی جگہ نہ تو حقیقتاً مسجد ہے اور نہ ہی حکماً، اس کا بدلنا اور اس میں جنبی شخص کا سونا بھی جائز ہے، اور اگر یہ جائز ہوتا تو سب سے پہلے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اس پر عمل پیرا ہوتیں، اس کے جواز کے لیے اگرچہ وہ ایک بار ہی عمل کرتیں۔ اھ (دیکھیں: الموسوعة الفقهية ج ۵ ص ۲۱۲)۔

لہذا اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔

[چوتھی دلیل اور شبہ کا ازالہ] محترم قارئین! فرقہ المحدث کے لوگوں کی یہ پیش کردہ دلیل بھی ان کے کسی

کام کی نہیں ہے، اس لیے کہ؛

اولاً: الموسوعة الفقهية کے مصنف نے اسے جمہور اور شوافع کا مسلک بتلایا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا

غیر مقلدین کے نزدیک شوافع و جمہور کا مسلک حجت ہے؟

اگر ہاں؟ تو پھر ان کا ”اطيعوا الله واطيعوا الرسول“ والا اصول باطل ہے۔

اگر نہیں؟ تو پھر اسے پیش کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

ثانیاً: یہ اثر صحابی ہے کوئی مرفوع روایت نہیں اور غیر مقلدین کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول و فعل

اور فہم حجت نہیں۔ اس پر چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) «قول صحابی حجت نیست» ”صحابی کا قول حجت نہیں ہے“۔ (فتاویٰ نذیریہ: ج ۱ ص ۳۲۰)

اسی فتاویٰ نذیریہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا گیا ہے:

”مگر یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے صحت جمعہ کے لیے مصر کا شرط ہونا ہرگز

ثابت نہیں ہو سکتا“۔ (فتاویٰ نذیریہ: ج ۱ ص ۵۹۴)

(۲) «وقول الصحابي لا تقوم به حجة» ”اور صحابی کا قول جس سے حجت قائم نہیں ہوتی“۔

(الروضة النديّة شرح الدرر البهية: ج ۱ ص ۲۴۸ مکتبۃ الکواثر الریاض)

(۳) «قول جابرست وقول صحابی حجت نباشد»

”جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور قول صحابی حجت نہیں ہوتا“۔ (عرف الجادی: ص ۳۸)

غیر مقلدین کے نزدیک فعل صحابی کے حجت نہ ہونے کا ثبوت:

غیر مقلدین کے مجدد و اب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی لکھتے ہیں:

«وفعل الصحابي لا يصلح للحجة»

”صحابی کا فعل حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا“۔ (التاج المکمل: ص ۲۸۳)

غیر مقلدین کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم کا حجت نہ ہونے کا ثبوت:

(۱) فتاویٰ نذیریہ (ج ۱ ص ۶۲۲) میں ہے:

”رابعاً یہ کہ ولو فرضنا تو یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے فہم سے فرماتی ہیں۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ اگر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو مسجد جانے سے منع کر دیتے الخ، ناقل) اور فہم صحابہ حجت شرعی نہیں ہے۔“

(۲) غیر مقلد عالم و مجدد نواب صدیق حسن صاحب لکھتے ہیں: «وفهم الصحابي ليس بحجة»

”صحابی کا فہم حجت نہیں ہے“۔ (الروضة النديہ شرح الدرر السميہ: ج ۱ ص ۲۶۵ مکتبہ الکوثر الریاض)

(۳) غیر مقلدین کے خطیب الہند مولانا محمد جونا گڑھی اپنی ”شمع محمدی“ میں ایک سرفنی یوں قائم کرتے ہیں: ”صحابہ رضی اللہ عنہم کی درایت معتبر نہیں“۔ (شمع محمدی: ص ۱۹ مکتبہ محمدیہ)

لہذا ان حوالہ جات کی روشنی میں غیر مقلدین کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی روایت سے استدلال کر کے پیش کرنا عبث ہے۔

اگر غیر مقلدین کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول و فعل اور فہم حجت ہے (جس کی بناء پر اس کو پیش کیا گیا ہے) تو پھر ان کا اہلحدیث کے دواصول... والا دعویٰ رد ہے۔

دوسری بات، اگر واقعی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول و فعل اور فہم ان کے نزدیک حجت ہے تو پھر بیس رکعات تراویح اور تین طلاق کے تین واقع ہونے اور اذان عثمانی کو بھی حجت مانیں ورنہ...

نائباً: غیر مقلدین کے پاس عورتوں کے گھر میں اعتکاف کرنے کو باطل و بدعت ثابت کرنے کے لیے کوئی ایک بھی قرآنی صریح آیت یا صحیح صریح مرفوع روایت نہیں ہے، تبھی اس اثر کو پیش کیا گیا ہے، غیر مقلدین سے گزارش ہے آپ اس اثر کا سہارا نہ لیں اس لیے کہ آپ کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول و فعل اور فہم حجت نہیں ہے۔ (حوالہ جات ماقبل میں گزر چکے ہیں) بلکہ آپ قرآن پاک کی کوئی ایک صریح آیت اور ایک صحیح حدیث پیش کریں جس میں عورتوں کے مسجد عربی میں اعتکاف نہ کرنے کو اور اپنے

گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنے کو باطل اور بدعت بتایا گیا ہو؟

وابعداً: یہ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما عورتوں کے اپنے گھر کی مسجد میں رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنے کے خلاف نہیں ہے، اس لیے کہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا؛ نذر والے اعتکاف کے بارے میں ہے (جیسا کہ الموسوعۃ الفقہیہ میں صراحت ہے) نہ کہ ہر قسم کے اعتکاف کے بارے میں۔ لہذا اسے رمضان کے آخری عشرہ والے اعتکاف پر بھی فٹ کرنا یہ غیر مقلدین کی جہالت اور دھوکا ہے اور کچھ نہیں۔

گھر کی مسجد میں عورتوں کے اعتکاف کرنے کو منع کرنے والوں سے ایک گزارش:

آپ مائنین سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ گھروں میں اعتکاف کرنے والی عورتوں کو اعتکاف کرنے سے نہ روکو، بلکہ اپنی ماؤں، بہنوں اور بیویوں کو عام مسجدوں میں اعتکاف کراؤ اور پھر جو نتیجہ سامنے آئے سچائی کے ساتھ امت کے سامنے بیان کر دو۔

محترم قارئین! پوری دنیا کا مشاہدہ ہے کہ جواہدِ حدیث حضرات (غیر مقلدین) عورتوں کے اعتکاف کے لیے مساجد کو لازم قرار دیتے ہیں ان کی مساجد میں عورتیں تو درکنار مرد حضرات بھی عموماً اعتکاف نہیں کرتے، گویا صلاحیتیں غلط جگہ پر لگنے کی وجہ سے مقصود و مطلوب ہی فوت ہو گیا۔

(نوٹ: یہ گزارش تحریر محمد نجیب قاسمی سنبھلی صاحب کے مضمون ”خواتین کے اعتکاف کے متعلق بعض سوالات کا ایک وضاحتی جواب“ سے تھوڑے رد و بدل کے ساتھ نقل کی گئی ہے)۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ اور عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ و أصحابہ اجمعین

نوٹ: قارئین کرام! مطالعہ کے دوران اس مضمون میں کوئی علمی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں۔

رابطہ بذریعہ واٹس ایپ: +919322471046

ادارہ آپ کا مشکور ہوگا۔